سلیم اختر شناسی

ڈاکٹر محمد ہارون عثمانی

ABSTRACT:

Dr. Saleem Akhtar is a multi-dimensional Urdu prose writer. He is an acclaimed critic, known fiction writer, popular literary historian, literary reviewer, Iqbal and Ghalib Scholar, travelogue writer, biographer, translator, satirist and humourist and contributor in text books and as well as in general psychology. He is an author of more than 90 books. He started his literary career as juvenile story writer at the age of 12 in 1946. Since then, his pen has never stopped. This is a period of more than 70 years. During this period a lot has been written on Dr. Saleem Akhater's life, personality and works in the forms of books, articles, theses and special numbers of periodicals which may be called as Saleem Akhtar Recognition. This article is an account of the Saleem Akhtar Recognition with special reference to the published books on him.

ڈاکٹر سلیم اختر (پ۱۹۳۴ء) ایک کثیر الجہات ادیب ہیں۔ اگرچہ ان کی ادبی فتوحات کا دائرہ کار نثر کے میدان تک محدود ہے لیکن نثر میں بھی ان کی خدمات متنوع ہیں۔ وہ نقاد، افسانہ نگار، ناول نگار، ادبی مورخ، ادبی جائزہ نگار، غالب شناس، اقبال شناس، سفر نامہ نگار، سوانح نگار، خاکہ نگار، مترجم، طنز و مزاح نگار ہونے کے ساتھ ساتھ عمومی نفسیات کے موضوع پر تین کتب کے مصنف اور پانچ کتب کے مترجم بھی ہیں۔ ان کی کل تصانیف و تالیفات کی تعداد ۹۰ سے زائد ہے۔ تنقید میں وہ نفسیاتی دبستان سے وابستہ ہیں جس کا پرتو ان کے فکشن میں بھی نظر آتا ہے۔

ڈاکٹر سلیم اختر نے اپنے قلمی سفر کا آغاز بچوں کے رسائل میں لکھنے سے کیا۔ ان کی پہلی دستیاب کہانی

'ایمان دار مصور' ماہنامہ **تعلیم و تربیت** لاہور میں ۱۹۴۶ء میں چھپی لیکن محمد سعید کے مطابق:

> ''۱۹۴۶ء سے ایک برس پہلے اور بعد کی متعدد ایسی تحریریں، جن کا ذکر ڈاکٹر صاحب کے انٹرویوز میں ملتا ہے، شائع ہوئیں لیکن مکمل حوالے دستیاب نہیں۔'' [۱]

اسی طرح ان کا پہلا دستیاب مضمون 'ابن الوقت' ۱۹۵۴ء میں **ہمایوں** لاہور کی زینت بنا اور ان کی پہلی کتاب آرنلڈ بینٹ کی تصنیف *How to Live on 24 Hours a Day* کا آزاد ترجمہ تھا جو لاہور سے ناشرینِ پیسہ اخبار نے ۱۹۶۱ء میں **صبح کرنا شام کا** کے عنوان سے شائع کی تھی۔ جبکہ ان کی پہلی تنقیدی کتاب **نگاہ اور نقطہ** ۱۹۶۸ء میں جدید ناشرین لاہور نے زیورِ طبع سے آراستہ کی تھی۔ گویا ڈاکٹر سلیم اختر نے اپنے قلمی سفر کا آغاز کہانی نویسی سے کیا جب ان کی عمر صرف بارہ برس تھی اور ان کا پہلا تنقیدی مضمون بیس برس کی عمر میں سامنے آچکا تھا۔

ڈاکٹر سلیم اختر نے ۱۹۷۸ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ڈاکٹر وحید قریشی کی زیرِ نگرانی اردو میں پی ایچ ڈی کی اور ان کے مقالے کا موضوع تھا **اردو میں تنقید کا نفسیاتی دبستان**۔ یہ مقالہ ۱۹۸۶ء میں مجلس ترقی ادب لاہور نے **نفسیاتی تنقید** کے عنوان سے طبع کیا۔ ان کے دیگر اہم تنقیدی کاموں میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

دلی والے میر امن کی باغ و بہار کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ (۱۹۶۸ء)، **اردو کی مختصر ترین تاریخ** (۱۹۷۱ء)[۲]، **تنقیدی دبستان** (۱۹۷۳ء)[۳]، **ادب اور لاشعور** (۱۹۷۶ء)، **افسانہ: حقیقت سے علامت تک** (۱۹۷۶ء)، **اقبال کا نفسیاتی مطالعہ** (۱۹۷۷ء)، **اقبال اور ہمارے فکری رویے** (۱۹۸۲ء)، **شعور اور لاشعور کا شاعر۔غالب** (۱۹۸۴ء)، **انشائیہ کی بنیاد** (۱۹۸۶)، **جوش کا نفسیاتی مطالعہ** (۱۹۸۷ء)، **داستان اور ناول: تنقیدی مطالعہ** (۱۹۹۱ء)، **افسانہ اور افسانہ نگار: تنقیدی مطالعہ** (۱۹۹۱ء)، **اصطلاح سازی، تاریخ، مباحث** (۱۹۹۳ء)، **اردو زبان کی مختصر ترین تاریخ** (۱۹۹۵ء)، **مغرب میں نفسیاتی تنقید** (۱۹۹۸ء)، **اقبال، شخصیت، افکار و تصورات** (۲۰۰۳ء)، **شرح ارمغان حجاز (اردو)** (۲۰۰۴ء)، **پاکستانی شاعرات: تخلیقی خدو خال** (۲۰۰۸ء)، **تنقیدی اصطلاحات: توضیحی لغت** (۲۰۱۱ء)،

اس کے علاوہ ڈاکٹر سلیم اختر کا ناولٹ **ضبط کی دیوار** (۱۹۷۷ء)[۴] اور افسانوں کے مجموعے **کاٹھ کی عورتیں** (۱۹۸۰ء)، **کڑوے بادام** (۱۹۸۸ء)، **مٹھی بھر سانپ** (۱۹۹۲ء)، **چالیس منٹ کی عورت** (۱۹۹۲ء)، **آدھی رات کی مخلوق** (۱۹۹۹ء)، **نرگس اور کیکٹس(افسانوی کلیات)** (۲۰۰۵ء)، اور **جرس غنچہ** (۲۰۱۲ء) شائقینِ فکشن اور ناقدین ادب سے

دادِ تحسین پا چکے ہیں۔ ان کے دو سفر نامے **اک جہاں سب سے الگ** (۲۰۰۱ء) اور **عجب سیر تھی** (۲۰۰۲ء)، آپ بیتی **نشان جگر سوختہ** (۲۰۰۵ء)، اور خاکوں کا مجموعہ **درشن جھروکہ** (۲۰۰۹ء) اسلوب کے لحاظ سے منفرد ذائقہ رکھتے ہیں۔

علالت اور ضعف کے باوجود ڈاکٹر سلیم اختر کا قلم اب بھی رواں ہے اور اکا دکا مضامین کے علاوہ کتب پر ان کے تحریر کردہ فلیپس اور آراء بھی مل جاتی ہیں۔ گویا، ۴۶۔۱۹۴۵ء سے تاحال ڈاکٹر سلیم اختر کی صریر خامہ سنی جاسکتی ہے۔ یہ ستر برس سے زائد کا عرصہ بنتا ہے۔ اس دوران میں خود ڈاکٹر سلیم اختر پر بھی بہت کچھ لکھا گیا، جسے سلیم اختر شناسی کہا جائے تو غلط نا ہوگا۔

اگر ڈاکٹر سلیم اختر کی ترجمے کی کتاب **صبح کرنا شام کا** پر ہفت روزہ **قندیل** لاہور کی اشاعت ۱۵/اکتوبر ۱۹۶۱ء میں چھپنے والے تبصرے کو سلیم اختر شناسی کا نقطہ آغاز مان لیا جائے تو تب سے اب تک ان کی شخصیت اور فن پر کیا کچھ لکھا گیا، اس کا شمار ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ ڈاکٹر سلیم اختر پر پہلا باقاعدہ تنقیدی مضمون میرزا ادیب کا 'سلیم اختر' مانا جا سکتا ہے جو ماہنامہ **تخلیق** لاہور کے شمارہ ۱۲۔۱۳، ۲/۱۹۷۲ء کی زینت بنا تھا۔[۵] جبکہ پہلا شخصی مضمون مسعود اشعر کا 'بکری، دودھ اور مینگنیاں' قرار دیا جا سکتا ہے جو **سیپ** کراچی کے شمارہ ۳۲، اگست۔ستمبر ۱۹۷۵ء میں شائع ہوا تھا۔ ڈاکٹر سلیم اختر پر پہلا گوشہ ترتیب دینے کا اعزاز بھی **سیپ** کے اسی شمارے کو حاصل ہوا۔ ان پر پہلی مستقل کتاب ڈاکٹر طاہر تونسوی نے **ہم سفر بگولوں کا** (۱۹۸۵ء) کے عنوان سے لکھی اور ڈاکٹر سلیم اختر کو پہلی مرتبہ سندی تحقیق کا موضوع سعیدہ بانو نے بنایا جب انھوں نے ۱۹۸۷ء میں بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان سے ایم اے اردو کی تکمیل کے لیے اپنے مقالے کا عنوان **اردو کے دو نفسیاتی نقاد (ڈاکٹر وحید قریشی، ڈاکٹر سلیم اختر)** چنا۔ تبصروں، تذکروں، شخصی و تنقیدی مضامین، تنقیدی کتب، اشاریے، رسائل کے خصوصی نمبر اور گوشے، ارمغان اور سندی مقالوں کی صورت میں ڈاکٹر سلیم اختر پر اتنا کچھ لکھا جا چکا ہے کہ اس کے مکمل جائزے پر کم از کم ایم فل کی سطح کا ایک مقالہ لکھا جا سکتا ہے۔

سلیم اختر شناسی کی بہت ساری جہات بنتی ہیں جن کو درج ذیل زمروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ تنقیدی کتب

ا)۔ مونوگرافس رمستقل کتب

ب)۔ مرتّبہ کتب

ج)۔ اشاریے

ر)۔ ارمغان

س)۔ انٹرویوز

۲۔ جامعات میں پیش کیے گئے سندی مقالات
۳۔ رسائل کے خصوصی نمبر اور گوشے
۴۔ انفرادی مضامین (تنقیدی، شخصی، خاکے، تبصرے وغیرہ)

سلیم اختر شناسی پر زیرِ نظر مضمون کا دائرہ کار مطبوعہ کتب تک محدود ہے البتہ دیگر جہات کا تعارف پیش کر نے کی کوشش کی جائے گی تاکہ مستقبل کے محقق کو ایک نقطہ آغاز میسر آ سکے۔

ڈاکٹر سلیم اختر پر کتابی صورت میں درج ذیل کام سامنے آ چکے ہیں۔

مستقل تصانیف/مونوگرافس

۱۔ طاہر تونسوی، **ہم سفر بگولوں کا(ڈاکٹر سلیم اختر کی شخصیت اور فن کا مطالعہ)**، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۵ء

۲۔ جلیل اشرف، **ڈاکٹر سلیم اختر بحیثیت نقاد**، ہزاری باغ: منشا پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء

۳۔ طاہر تونسوی، **جہت ساز۔قلم کار:ڈاکٹر سلیم اختر**، لاہور:الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب،۲۰۰۳ء

۴۔ شاہین مفتی، **ڈاکٹر سلیم اختر: شخصیت اور فن**، اسلام باد: اکادمی ادبیات پاکستان، ۲۰۱۵ء

مرتبہ کتب

۵۔ طاہر تونسوی(مرتب)، **ڈاکٹر سلیم اختر: شخصیت و تخلیقی شخصیت**، لاہور: گورا پبلشرز، ۱۹۹۵ء

۶۔ ندیم، جاوید اقبال (مرتب)، **ذوق سلیم**، لاہور: وکٹری بک بنک،۲۰۰۰ء

اشاریے

۶۔ محمد سعید، **ڈاکٹر سلیم اختر(کوائف/کتابیات/اشاریہ)**، لاہور: ٹی اینڈ ٹی پبلشرز،۲۰۰۲ء

۷۔ حمیرا رفیق، **اشاریہ ڈاکٹر سلیم اختر**،فیصل آباد: شمع بکس،۲۰۱۴ء

ارمغان

۸۔ طاہر تونسوی(مرتب)، **ارمغانِ ڈاکٹر سلیم اختر**،فیصل آباد: جی سی یونیورسٹی،۲۰۱۴ء

انٹرویوز

۹۔ عاصمہ اصغر(مرتب)، **مکالماتِ سلیم: معروف افسانہ نگاراور نقاد ڈاکٹر سلیم اختر کے انٹرویوز کا مجموعہ**، لاہور: اظہار سنز،۲۰۱۲ء

۱۰۔ طاہر تونسوی(مرتب)، **شیوہِ گفتار(ڈاکٹر سلیم اختر کے انٹرویوز کا مجموعہ)**، لاہور:

نشریات، ۲۰۱۴ء

ڈاکٹر طاہر تونسوی نے درج ذیل دو کتابوں کو بھی ڈاکٹر سلیم اختر کے حوالے سے کتب میں شمار کیا ہے۔ ۶

۱۔ تاج سعید (مرتب)، **ڈاکٹر سلیم اختر-ایک مطالعہ**، لاہور: سپوتنک، ۲۰۰۱ء

۲۔ خالد ندیم (مرتب)، **رقعاتِ مشفق خواجہ بنام ڈاکٹر سلیم اختر/ڈاکٹر طاہر تونسوی**، لاہور: القمر انٹر پرائزز، ۲۰۱۲ء

ان میں سے اول الذکر کتاب نہیں ہے بل کہ ماہنامہ **سپوتنک** لاہور کا 'ڈاکٹر سلیم اختر ایک مطالعہ' کے عنوان سے خصوصی شمارہ (جلد: ۱۲، شمارہ: ۷، جولائی ۲۰۰۱ء) ہے۔ اس رسالے کی روایت ہے کہ وہ ہر شمارے میں ایک مکمل کتاب پیش کرتا ہے۔ لیکن بہرحال یہ ایک رسالہ ہی ہے جو کتاب کو رسالے کی شکل میں پیش کرتا ہے۔ محمد سعید نے بھی اپنے اشاریے میں اسے رسائل کے ذیل میں رکھا ہے۔ ۷ ثانی الذکر کتاب ڈاکٹر سلیم اختر اور ڈاکٹر طاہر تونسوی کے نام مشفق خواجہ کے خطوط/رقعات پر مشتمل ہے اس میں ڈاکٹر سلیم اختر شناسی کے کچھ حوالے البتہ مل جاتے ہیں۔

ہم سفر بگولوں کا ڈاکٹر سلیم اختر پر پہلی مستقل کتاب ہے جو اپنے عنوان سے لے کر مواد تک ایک منفرد ذائقے کی حامل ہے۔ اس کتاب کی پہلی اشاعت ۱۹۸۵ء میں ہوئی اور دوسرا ایڈیشن ۲۰۱۳ء میں الفیصل ناشران نے لاہور سے طبع کیا جس میں بقول مصنف ڈاکٹر طاہر تونسوی انھوں نے کوئی ترمیم و اضافہ نہیں کیا اور پہلے ایڈیشن کو اسی طرح پریس کے حوالے کر دیا۔ ۸ لیکن دونوں اڈیشنوں میں صفحات کے علاوہ اندرونی فیلپ پر درج عرش صدیقی کی تحریر کو پیش لفظ کی صورت میں شامل کرنے اور دیباچے 'لفظوں کی مالا' میں کچھ اضافے کے ساتھ ساتھ آخر میں ڈاکٹر سلیم اختر کے کوائف/کتابیات میں ترمیم و اضافے کا کچھ فرق بہرحال موجود ہے۔

کتاب کے عنوان سے لے کر ابواب کے عنوانات تک ڈاکٹر طاہر تونسوی پر ڈاکٹر سلیم اختر کا رنگ چڑھا نظر آتا ہے۔ ذرا ابواب کے عنوانات ملاحظہ فرمائیے:

بگولہ کا اضطراب، تنقید میں فکرِ نو کا داعی، ادبی تاریخ کے خارزاروں میں، اقبال شناسی میں نئی جہت، باطن کی تاریکی میں روشنی کا متلاشی، مزاح کے پھول میں طنز کا خار، نفسیات اور جنس کے تنے رسہ پر، بدیشی خوشبو کا اردو روپ، ہر ایک مقام سے آگے نکل گیا مہ نو۔

اگرچہ ناصر زیدی ذرا مختلف رائے رکھتے ہیں۔ ان کے مطابق:

> ''ان عنوانات پر ایک نظر ڈالنے سے ہی مصنف کے ممدوح کی شخصیت سے متنوع ہونے کا سراغ مل جاتا ہے۔'' ۹

لیکن یہ انداز واضح طور پر ڈاکٹر سلیم اختر کے انداز سے مماثلت رکھتا ہے۔ خصوصاً **اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ** کے عنوانات سے۔

ڈاکٹر طاہر تونسوی نے نو ابواب میں ڈاکٹر سلیم اختر کی حیات اور ادبی جہات کو نہایت خوبی سے بیان کر

دیا ہے۔' بگولہ کا اضطراب' میں سوانح اور شخصیت کی پرتیں اس طرح کھولی گئی ہیں کہ ڈاکٹر سلیم اختر کی پوری زندگی ایک فلم کی طرح آنکھوں کے سامنے چلنے لگتی ہے اور شخصیت کے تمام پہلو نکھر کر سامنے آجاتے ہیں۔تصویر واضح ہو جاتی ہے۔وہ لکھتے ہیں:

''...حقیقت یہ ہے کہ ڈاکٹر سلیم اختر کی شخصیت پہلو دار ہے اور ان کی کئی پرتیں ہیں۔ وہ ایک محنتی استاد، محبت کرنے والے باپ، تابع دار شوہر، شریف مرد اور ایک ذمہ دار شہری ہیں۔'' ١٠

ان پرتوں کو ڈاکٹر طاہر تونسوی نے مہارت سے کھولتے ہوئے اپنے استاد کے تتبع میں ان کی تحلیل نفسی بھی کر ڈالی ہے۔اسی طرح ہر باب کا عنوان ڈاکٹر سلیم اختر کے فن کی معنوی عکاسی بھی کرتا ہے۔مثلاً 'مزاح کے پھول میں طنز کا خار' کے عنوان سے ایک باب ڈاکٹر سلیم اختر کی طنز و مزاح نگاری پر قائم کیا گیا ہے۔ڈاکٹر سلیم اختر کی یہ وہ ادبی جہت ہے جس پر بہت کم لکھا گیا ہے۔ جب کہ ان کے مزاح میں موجود طنز کی کاٹ انتہائی شدید ہے اور اس باب کے عنوان میں مصنف نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ڈاکٹر طاہر تونسوی نے ان کے مزاحیہ مضامین میں سنجیدگی کے عنصر کو ان کی تحریر میں موجود نفسیاتی گنجلک پن سے تعبیر کیا ہے۔ ڈاکٹر سلیم اختر کے کے مجموعہ مضامین **کلامِ نرم و نازک** کے عنوانات گنواتے ہوئے وہ انھیں نفسیاتی مضامین قرار دیتے ہیں۔ان کے مطابق:

''ان سب تحریروں کے پس منظر میں نفسیاتی ذہن ہی کارفرما ہے مگر ان کے مطالعے سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ سلیم اختر ان پر سے بے حد متانت اور سنجیدگی کی چادر اتار کر ایک ہلکی اور مہین تہہ ڈال دی ہے جس سے پردے کے پیچھے بھی سب کچھ بلیو پرنٹ کی صورت دیکھا جا سکتا ہے۔ میں اسے نفسیاتی مزاح اور حسیاتی طنز کا نام دیتا ہوں،لیکن جیسا کہ میں نے پہلے بھی لکھا ہے کہ اس میں متانت اور سنجیدگی کے ساتھ ساتھ شگفتگی اور چاشنی موجود ہے۔یہی وجہ ہے یہ مضامین محض وقت گزارنے اور صرف پڑھنے کے لیے نہیں بلکہ سوچنے اور سمجھنے پر بھی مجبور کرتے ہیں۔'' ١١

ڈاکٹر سلیم اختر کے طنز و مزاح کا اس سے بہتر تجزیہ نہیں ہوا جو اس کے نفسیاتی محرکات کو سامنے لاتا ہے اور اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ تمام تر حربوں سے لیس ہونے کے باوجود اس ادبی جہت کو ویسی پذیرائی کیوں نہیں ملی جیسی ڈاکٹر سلیم اختر کی دیگر ادبی جہات کو مل چکی ہیں۔

کتاب میں ڈاکٹر تونسوی نے ڈاکٹر سلیم اختر کی تحریروں کا مختصر سا انتخاب بھی شامل کیا ہے جس میں تنقیدی مضمون کے ساتھ افسانے اور طنزیہ اور مزاحیہ مضامین بھی شامل ہیں۔ دوسرے ایڈیشن کے آخری صفحات ڈاکٹر سلیم اختر کے کوائف (سوانحی ، تعلیمی اور ملازمتی حالات/اعزازات/تصنیفات و تالیفات) سے مزین ہیں جو پہلے ایڈیشن میں موجود نہیں تھے۔

ڈاکٹر طاہر تونسوی نے دیباچے میں ڈاکٹر سلیم اختر سے اپنی محبت اور عقیدت کو' لفظوں کی مالا' میں

پرویااور پھر ایک سچے بھگت کی طرح انھوں نے یہ مالا پوری کتاب میں جپی۔ وہ ڈاکٹر سلیم اختر کے شاگرد ہیں اورانھوں نے بغیر کسی اضمحلال کے اپنے استاد کے اثر کو قبول کرتے ہوئے انھی کے انداز میں عقیدت کے پھول بکھیرے ہیں۔لیکن ہم سفر بگولوں کا کوکسی طرح بھی'' قصیدہِ مدحیہ'' نہیں کہا جا سکتاہے۔اس کتاب کے پس پشت دلیل اور منطق کی طاقت موجود ہے اسی وجہ سلیم اختر شناسی میں خشت اول کا درجہ رکھنے والی یہ کتاب اتنی اہم ہے اس کے بعد اس موضوع پر ہونے والا کوئی بھی کام اس کے حوالے کے بغیر مکمل نہیں ہوااور نا مستقبل میں ہو سکتا ہے۔

ڈاکٹر سلیم اختر پر دوسری باقاعدہ تصنیف ڈاکٹر جلیل اشرف کی کتاب **ڈاکٹر سلیم اختر بحیثیت نقاد** ہے۔جو ان کے پی ایچ ڈی کے مقالے کی مطبوعہ شکل ہے۔ ڈاکٹر جلیل اشرف نے ۱۹۹۱ء میں رانچی یونیورسٹی سے **اردو تنقید کے فروغ میں ڈاکٹر سلیم اختر کا حصہ** کے موضوع پر اردو میں پی ایچ ڈی کی تھی۔[۱۲] یہ مقالہ منشاء پبلی کیشنز، ہزاری باغ، جھارکھنڈ، انڈیا سے ۱۹۹۸ء میں کتابی شکل میں شائع ہوا۔[۱۳] اس کتاب کو ۱۹۹۱ء میں مغربی بنگال اردو اکیڈمی (کلکتہ) نے ایوارڈ کا حق دار جانا۔ ۱۹۹۹ء میں یہ مقالہ پاکستان میں ٹی اینڈ ٹی پبلشرز لاہور کے اشاعتی منصوبے کا حصہ بنا۔ ۲۰۰۹ء میں اس کی تیسری اشاعت سنگ میل پبلی کیشنز لاہور سے ہوئی۔ہمارے پیشِ نظر یہی تیسری اشاعت ہے۔

ڈاکٹر سلیم اختر کی ادبی جہات میں تنقید نگاری کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے بل کہ اگر یہ کہا جائے کہ تنقید نگاری ان کی پہچان ہے تو غلط نہ ہوگا۔ ڈاکٹر جلیل اشرف نے ڈاکٹر سلیم اختر کی اس ادبی پہچان کو اپنے مقالے موضوع بنایا اور اس موضوع سے انصاف بھی کیا ہے۔اس کتاب کا پہلا باب 'ڈاکٹر سلیم اختر' دو حصوں میں منقسم ہے۔ پہلا حصہ ڈاکٹر سلیم اختر کے حالاتِ زندگی بیان کرتا ہے اور دوسرے حصے میں ان کی تصنیفات و تالیفات کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔اس طرح عام مقالوں کے برعکس مصنف نے حشو و زوائد سے پرہیز کرتے ہوئے اپنے موضوع کی شخصیت کے سوانحی حالات بیان کر کے ان کے منتخب تنقیدی سرمائے کا تعارف کروا دیا۔یوں ادیب اوراس کی تخلیقات میں ایک ربط قائم کر کے آگے آنے والے ابواب میں اس کے فن کی تفہیم آسان کر دی۔ اس ضمن میں دس تنقیدی کتب کا انتخاب کیا گیا اور ڈاکٹر سلیم اختر کے مخصوص نفسیاتی موضوعات عورت، جنس اور جذبات کی روشنی میں ان کتب کی قدر و قیمت متعین کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔اگر چہ اس تعین میں مصنف کا اپنا نقطہ نظر بہت کم اور دوسرے نقادوں کے لمبے لمبے اقتباسات زیادہ شامل ہیں لیکن ادیب اور اس کے فکر وفن میں ایک معنوی ربط ضرور قائم ہو جاتا ہے۔

دوسرا باب ڈاکٹر سلیم اختر کی نفسیاتی تنقید کے متعلق ہے۔نفسیات ڈاکٹر سلیم اختر کی تنقیدی تخصیص ہے اور اس کے پس منظر میں ان کا اس موضوع پر وسیع مطالعہ ہے جس کی حدیں مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوئی ہیں۔ڈاکٹر جلیل اشرف نے ان کی اس سب سے اہم تنقیدی جہت کا مطالعہ ان کی کی تین کتابوں **نفسیاتی تنقید**، **ادب اور لاشعور** اور **جوش کا نفسیاتی مطالعہ اور دوسرے مضامین** کی روشنی میں کیا

ہے۔ تیسرا باب 'تفہیمِ اقبال اور ڈاکٹر سلیم اختر۔۔۔نفسیاتی پس منظر' کے عنوان سے قائم کیا گیا ہے جو اس کتاب کا سب سے طویل باب بھی ہے۔ اقبال شناسی میں ڈاکٹر سلیم اختر ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔ مصنف نے ذہانت سے اقبالیات پر ڈاکٹر سلیم اختر کی کتب اور مضامین کا تجزیہ کیا ہے۔ اس باب کو کتاب کی جان کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ چوتھے باب میں انشائیے اور افسانے کے حوالے سے ڈاکٹر سلیم اختر کی تنقید پر بحث کی گئی ہے۔ پانچویں باب میں ادب اور کلچر، عورت اور مرد کے رشتے اور چند دیگر موضوعات کے حوالے سے ڈاکٹر سلیم اختر کے نقطۂ نظر کو واضح کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ چھٹا باب ڈاکٹر سلیم اختر کے اسلوب نگارش کا تنقیدی جائزہ ہے۔ اس باب میں مصنف کا اپنا تنقیدی شعور کھل کر سامنے آتا ہے جب وہ مختلف مثالوں سے ڈاکٹر سلیم اختر کے نثری اسلوب کے بارے میں دس نتائج اخذ کرتے ہیں۔ اس سے قبل ان کے اسلوب کا اس باریک بینی سے تجزیہ نہیں کیا گیا ہے۔ ساتواں اور آخری باب 'سلیم اختر کی تنقید کی معنویت' دراصل اس بحث کا محاکمہ ہے۔ ڈاکٹر جلیل اشرف اپنے تمام مطالعے اور بحث سے یہ نتیجہ نکالنے میں کامیاب ہوئے ہیں:

> ''میرا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ ڈاکٹر سلیم اختر کا ذہن قاموسی ہے اور ان کا تنقیدی وژن غیر معمولی اور گہرا ہے۔ انھیں محض نفسیاتی نقاد باور نہیں کرنا چاہیے بل کہ تنقید کے تمام تر دبستانوں میں ان کی رسائی کا احساس کرتے ہوئے انھیں ادبی تنقید کی تاریخ میں انتہائی اہم مقام دینا چاہیے۔''
>
> ۱۵

یہ کتاب سلیم اختر شناسی میں خاصے کی چیز ضرور ہے مگر حرفِ آخر نہیں ہے۔ ڈاکٹر جلیل اشرف نے ۱۹۸۹ء میں اپنا مقالہ مکمل کر کے رانچی یونیورسٹی میں جمع کرایا تھا اور پی ایچ ڈی کی ڈگری کے طلب گار ہوئے تھے۔ تب سے اب تک ڈاکٹر سلیم اختر کی تنقیدی جہت مزید بارآور ہو چکی ہے۔ اس موضوع کو ازسرنو دیکھنے کی اشد ضرورت ہے۔ ڈاکٹر جلیل اشرف کی یہ کتاب اس ضمن میں ایک مضبوط بنیاد ضرور فراہم کر سکتی ہے۔

جہت ساز۔قلم کار ڈاکٹر سلیم اختر ڈاکٹر طاہر تونسوی کا اپنے استاد کو ایک اور خراجِ تحسین ہے۔ یہ کتاب ڈاکٹر سلیم اختر پر تیسری مستقل تصنیف ہے اور ایک مونوگراف کی شکل میں ہے جو اکادمی ادبیات پاکستان کے سلسلے 'پاکستانی ادب کے معمار' کے لیے لکھی گئی تھی مگر بوجوہ شائع نہ ہو سکی۔ ۲۰۰۳ء میں الفیصل ناشران نے اسے لاہور سے شائع کیا۔ سات ابواب میں ڈاکٹر طاہر تونسوی نے ڈاکٹر سلیم اختر کی تقریباً تمام ادبی جہات کا اجمالی جائزہ لیا ہے۔ تقریباً کا لفظ یوں استعمال ہوا کہ چند پہلو نظر انداز بھی ہوئے ہیں جن میں ڈاکٹر سلیم اختر کا فن طنز و مزاح نگاری بہرحال اہم ہے۔ اختصار کے باوجود وہ یہ نتیجہ نکالنے میں کامیاب ہوئے ہیں:

> ''ڈاکٹر سلیم اختر تخلیقی اعتبار سے کئی جہات کے مالک ہیں۔ وہ نقاد بھی ہیں اور افسانہ نگار بھی۔ غالب شناس بھی ہیں اور اقبال شناس بھی، نفسیات دان بھی ہیں اور طنز و مزاح نگار بھی، مترجم بھی ہیں اور جائزہ نگار بھی، کالم نگار بھی ہیں اور سفر نامہ نگار بھی اور ان سب میں نفسیات قدرِ مشترک ہے اور یہ ڈاکٹر سلیم اختر کا ٹریڈ مارک ہے۔'' ۱۶

سلیم اختر پر چھپنے والی چوتھی مستقل کتاب **ڈاکٹر سلیم اختر:شخصیت اور فن** ڈاکٹر شاہین مفتی کی تصنیف ہے جو اکادمی ادبیات پاکستان کے اشاعتی منصوبے 'پاکستانی ادب کے معمار' کے تحت ۲۰۱۵ء میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب سلیم اختر شناسی میں تازہ ترین اضافہ ہے جو بہت اہتمام کے ساتھ مجلد طبع کی گئی ہے۔ ڈاکٹر شاہین مفتی کی اپنی ایک ادبی پہچان ہے۔ وہ ایک معروف شاعرہ، محقق اور نقاد ہیں اور نثر میں ان کا اپنا اسلوب ہے۔ جو اس کتاب میں بھی جھلکتا ہے۔ عام طور پر اکادمی کے اس منصوبے کے تحت چھپنے والے مونو گرافس کی نوعیت تعارفی ہوتی ہے اور اِدھر اُدھر سے مواد اکٹھا کر کے کتاب کی شکل دے دی جاتی ہے مگر زیرِ نظر کتاب میں ڈاکٹر سلیم اختر کے تمام علمی ادبی سرمائے کا تعارف کروانے کے ساتھ ساتھ ان کے فن کی متنوع جہات پر عمدہ اسلوب میں تنقید بھی کی گئی ہے۔

شخصیات پر لکھے جانے والے مقالوں کے مروجہ اصول کے مطابق پہلا باب 'چہرہ در چہرہ' ڈاکٹر سلیم اختر کی زندگی اور شخصیت کا احاطہ کرتا ہے۔ لیکن دیگر مقالات کے برعکس ڈاکٹر شاہین مفتی نے غیر روایتی انداز میں ڈاکٹر سلیم اختر کی شخصیت کا تجزیہ بہت جرات مندی اور غیر جانب داری سے کام لیتے ہوئے کیا ہے جس میں ان کی تنقیدی بصیرت کے ساتھ ساتھ اسلوب میں ایک خاص قسم کی چاشنی لیے ہوئے ان کے نفسیاتی شعور کی جھلک بھی ملتی ہے۔ ذرا ملاحظہ کیجیے کہ پونا کے اسکول کے طالب علم، سلیم اختر کی شخصیت میں گندھے عناصر کی نشان دہی وہ کیسے کرتی ہیں جو بعد میں ان کی شخصیت اور فن پر اثر انداز ہوتے ہیں:

> ''پونے کے اونچے سڈول درخت، تاڑی پیتے مرد، بیڑی پیتی عورتیں، دوہرے جسم والی مرہٹنیں، سبزی مارکیٹ کی زنانہ دکان دارنیاں، اور پونے کی سڑکوں پر ہمہ وقت دیوی دیوتاؤں کے بت اٹھائے گزرتے جلوس، مصنف کے افسانوں جھلکتے ہیں۔ پونے کے تعزیے اور ''باگھ'' دہکتے کوئلوں پر ماتم اور دو ندیوں کے سنگم پر تعزیے ٹھنڈے کرنے کی رسومات آگے چل کر وسیع المشرب مذہبی خیالات کا پیش خیمہ بنتی ہیں۔ ۱۷''

ڈاکٹر سلیم اختر کی شخصیت کا اتنی باریک بینی سے تجزیہ کرنے کے لیے تفصیل کی ضرورت تھی مگر مصنفہ نے اسے اختصار کا جامہ پہنا کر اپنی مہارت کا ثبوت دیا ہے۔ دوسرے باب میں ڈاکٹر سلیم اختر کے تنقیدی نظریے کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر شاہین مفتی لکھتی ہیں:

> ''سلیم اختر کی تنقیدی اور تخلیقی تحریروں میں فرائیڈ، ایڈلر، اور یونگ کا اثر دکھائی دیتا ہے، یعنی لاشعور، نرگسیت، تحلیلِ نفسی، جنسی ارتقاع، ایڈی پس اور الیکٹرا کامپلیکس کے ساتھ ساتھ احساسِ برتری و کمتری کا ادراک، لاشعوری سانچوں کے وجدان کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے۔ اس طرح سلیم اختر کی تنقید کو تحلیل نفسی، انفرادی نفسیات، عمرانی نفسیات اور تحلیلی نفسیات کے حوالے سے جانچا جا سکتا ہے۔'' ۱۸

اگلے باب میں ڈاکٹر سلیم اختر کی پہلی تنقیدی کتاب **نگاہ اور نقطے** سے لے کر ان کے ۲۰۰۶ء

میں چھپنے والے **مجموعہ تحقیق و تنقید** تک ۱۶ تنقیدی کتابوں کے تجزیوں کی مدد سے ان کے تنقیدی نظریے کی عملی صورت دکھائی گئی ہے۔ اگلے چار ابواب ڈاکٹر سلیم اختر کی اقبالیات، غالبیات، تاریخ نویسی اور عمومی نفسیات کے مطالعات پر مشتمل ہیں۔ آٹھویں باب میں ان کی تمام تنقیدی جہات اور ادوار کا مجموعی جائزہ لیا گیا ہے۔ باب ۹ تا ۱۲ میں ڈاکٹر سلیم اختر کے افسانوی ادب (افسانوں اور ناولٹ) کا بھرپور محاکمہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح ان کی خود نوشت سوانح عمری **نشانِ جگر سوختہ**، طنزیہ و مزاحیہ مضامین کے مجموعے **کلامِ نرم و نازک**، دو سفرناموں **اک جہاں سب سے الگ** اور **عجب سیر تھی** کے ساتھ ساتھ خاکوں کے مجموعے **درشن جھروکہ** پر ایک ایک دو دو صفحوں کے تبصروں پر مشتمل ابواب بنائے گئے ہیں جن میں تشنگی کا پہلو نمایاں ہے۔ بالخصوص **کلامِ نرم و نازک** کا ذکر تو پونے صفحے تک ہی محدود رہ جاتا ہے۔ شاید کتاب کی طے کردہ ضخامت کے جبر نے اس اختصار پر مجبور کیا۔ لیکن جب مصنفہ ان ابواب کے بعد دوبارہ ڈاکٹر سلیم اختر کے افسانوں کا نسبتاً طویل تنقیدی جائزہ لینا شروع کرتی ہیں تو قاری کو حیرت ہوتی ہے کہ یہ جائزہ افسانوی ادب کے مطالعے کے ساتھ کیوں نہیں پیش کیا گیا۔؟ دوسری جانب اس تنقیدی جائزے کی افادیت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ مصنفہ نے ژرف نگاہی سے کام لیتے ہوئے ڈاکٹر سلیم اختر کے افسانوی اسلوب کی نمایاں خوبیوں کا سراغ لگایا ہے۔ مختلف کرداروں کے بیان میں افسانہ نگار کی نفسیاتی کیفیت کا تجزیہ ذہانت کا نتیجہ ہے۔

کتاب کے آخری صفحات میں ڈاکٹر سلیم اختر کے بارے میں مشاہیر کی آرا، اڈاکٹر صاحب کے کوائف اور علمی سرمائے کا اشاریہ دیا گیا ہے۔ حسنِ ترتیب کی بنیادی خامی اور تفصیل و اختصار کے غیر فطری تضاد کے باوجود درج ذیل وجوہات کی بنا پر یہ کتاب سلیم اختر شناسی میں **ہم سفر بگولہ** کا کے متوازی اہم مقام رکھتی ہے:

۱۔ کم یا زیادہ، اس میں ڈاکٹر سلیم اختر کے تمام ادبی پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا ہے۔
۲۔ ڈاکٹر سلیم اختر کا تمام علمی اور ادبی سرمایہ مصنفہ کے پیشِ نظر رہا ہے۔
۳۔ مصنفہ کا اسلوب واضح، ابہام سے عاری، رواں اور مدلل ہے۔

ڈاکٹر سلیم اختر پر مرتبہ کتابوں میں بھی ڈاکٹر طاہر تونسوی کو اولیت حاصل ہے۔ ان کی مرتّبہ کتاب **ڈاکٹر سلیم اختر: شخصیت اور تخلیقی شخصیت** اس لحاظ سے اہم ہے کہ اس میں ان کی شخصیت اور فن کے حوالے سے چھ عنوانات کے تحت مختلف ادیبوں/نقادوں کے چھیالیس مضامین اکٹھے کیے گئے ہیں۔ 'شخصیت کی جہات' کے تحت انتظار حسین، مسعود اشعر، منصور قیصر، رحیم گل، ڈاکٹر آغا سہیل، لطیف الزمان خان، عطاء الحق قاسمی، مشکور حسین یاد، اصغر ندیم سیّد اور منصور آفاق کے دس شخصی مضامین ڈاکٹر سلیم اختر کی شخصیت کی پرتیں کھولتے ہیں۔ جن میں سے عطاء الحق قاسمی کا 'پاجامہ، عینک اور قلم'، مسعود اشعر کا 'بکری، دودھ اور مینگنیاں' اور مشکور حسین یاد کا 'مردِ کم گو بسیار توفیق' اسلوب کے لحاظ سے عمدہ خاکے ہیں۔ 'فکرِ نو کی میزان' میں ڈاکٹر سلیم اختر کی تنقیدی جہت کو تولنے والے سیّد قدرت نقوی، میرزا ادیب، ڈاکٹر محمد معروف، مشکور حسین یاد، صلاح الدین حیدر، ڈاکٹر محمد احسان الحق، ڈاکٹر انوار احمد، جگن ناتھ آزاد، وزیری پانی پتی، ڈاکٹر خورشید جہاں اشرف، ڈاکٹر محمد اجمل نیازی، ڈاکٹر اجمل

نیازی، ڈاکٹر طاہر تونسوی، ڈاکٹر سیّد معراج نیّر اور ڈاکٹر رشید امجد کے چودہ مضامین اور **افسانہ: حقیقت سے علامت تک** پر سیّد وقار عظیم اور سراج منیر کی گفتگو کی جمع آوری کی گئی ہے۔ 'کوزہ میں دریا' **اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ** کے تین تنقیدی مطالعات پر مشتمل ہے۔ 'زاویۂ نگاہ' کے عنوان کے تحت ڈاکٹر سلیم اختر کی کتاب **شعور اور لاشعور کا شاعر۔غالب** پر احمد ندیم قاسمی اور نظیر صدیقی کے مضامین اور 'نقطہ نظر' کے تحت ان کی اقبال شناسی پر جگن ناتھ آزاد، پروفیسر محمد عثمان، محمد علی صدیقی، ڈاکٹر خواجہ عبدالحمید یزدانی اور سجاد باقر رضوی کے مضامین پیش کیے گئے ہیں۔ 'انفس و آفاق' ڈاکٹر سلیم اختر کے افسانوی ادب کے تجزیوں پر مشتمل گیارہ ناقدین کے مضامین سے سجا گلدستہ ہے۔ 'ہم سفر' کا عنوان ڈاکٹر سلیم اختر پر ڈاکٹر طاہر تونسوی کی اولین کتاب **ہم سفر بگولوں کا** پر لکھے گئے پانچ تبصروں کے لیے قائم کیا گیا ہے جب کہ ڈاکٹر سلیم اختر کے تیرہ انٹرویوز جو مختلف لوگوں نے لیے، کے لیے 'باتوں سے خوشبو آئے' کی سرخی ہے۔ '''میں'' کا کمال' میں پانچ مضامین موجود ہیں جن میں ڈاکٹر سلیم اختر بقلم خود قارئین سے مخاطب ہیں۔ 'آئینہ' میں میرزا ادیب اور خامہ بگوش (مشفق خواجہ) کے دو کالموں کے ذریعے سلیم اختر کی شخصیت کا عکس دکھایا گیا ہے۔ آخر میں ڈاکٹر سلیم اختر کے کوائف درج ہیں۔ مرتب کے پیش لفظ کے علاوہ ڈاکٹر سید معین الرحمٰن کا مرقومہ دیباچہ 'حرفے چند' بھی شاملِ کتاب ہے جس میں وہ اس کتاب کو ڈاکٹر سلیم اختر کے لیے ایک ارمغان علمی قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''ڈاکٹر طاہر تونسوی نے جو ڈاکٹر سلیم اختر سے اپنا وہ رشتہ بتاتے ہیں جو علامہ اقبال کا پیر رومی سے تھا، سلیم اختر کی ساٹھویں سال گرہ پر ایک ارمغان علمی مرتب کیا ہے۔'' ۱۹

ارمغان کسی شخصیت کی علمی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے مرتب کیا جاتا ہے اور اس کے لیے خصوصی طور پر مضامین لکھوائے جاتے ہیں۔ ارمغان دو قسموں کے ہوتے ہیں:

۱۔ ارمغان علمی کسی شخصیت کی علمی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے مرتب کردہ ایسے مرقع کو کہتے ہیں جس میں اس شخصیت کی دلچسپی کے موضوعات پر مختلف لوگوں سے مضامین لکھوا کر شامل کیے جاتے ہیں اور ایک آدھ مضمون صاحب ارمغان کی سوانح اور شخصیت پر بھی ہوتا ہے۔

۲۔ ارمغانِ شخصی میں صاحبِ ارمغان کی شخصیت اور فن پر صاحبانِ علم سے مضمون لکھوائے جاتے ہیں۔

اس صورتِ حال میں زیرِ نظر کتاب کو ارمغان کہنا درست نہیں کیوں کہ اس کتاب کے تقریباً تمام مضامین پہلے سے شائع شدہ تھے۔ اس کتاب کی نوعیت ڈاکٹر سلیم اختر پر شائع شدہ مضامین کے انتخاب کی ضرور ہے اور اگر اسے ارمغان مان بھی لیا جائے تو یہ ارمغان علمی تو ہرگز نہیں البتہ ارمغان شخصی ہوسکتا ہے۔ بہرحال ڈاکٹر سلیم اختر کی ساٹھویں سال گرہ (اور سرکاری نوکری سے سبک دوشی) کے موقع پر مرتب اور شائع کی جانے والی ۷۰۲ صفحات پر مشتمل اس کتاب کو سلیم اختر شناسی کی اہم کڑی مانا جاسکتا ہے۔

ذوق سلیم ڈاکٹر سلیم اختر کی بیالیس تنقیدی اور تخلیقی تحریروں کا مجموعہ ہے جسے جاوید اقبال ندیم نے مرتب کیا ہے۔ پیش لفظ خود ڈاکٹر سلیم اختر نے تحریر کیا ہے جب کہ سولہ صفحات پر پھیلا ہوا مقدمہ مرتب جاوید اقبال

کے رشحات قلم کا نتیجہ ہے۔ اس حوالے سے محمد سعید رقم طراز ہیں:

''شروع میں دو صفحات کا ڈاکٹر سلیم اختر کا پیش لفظ ہے۔ اس کے بعد مرتب کا مقدمہ ہے جس میں انھوں نے علمی و ادبی کاموں میں سے اقتباسات سے پرتحریروں کے برعکس تخلیقی ادب کو زیادہ اہمیت دی ہے اور بجا طور پر ڈاکٹر سلیم اختر کو ایک مفکر اور تخلیق کار قرار دیا ہے۔ ڈاکٹر سلیم اختر کے مختلف اوور منتخب تخلیقی، تنقیدی، نفسیاتی مضامین اور سفرنامہ بھارت کے طویل اقتباسات سے مزین مرتب کا یہ مقدمہ سولہ صفحات پر مشتمل ہے۔'' ۲۰

اس کے علاوہ ڈاکٹر سلیم اختر پر لکھے گئے دو خاکے، 'سلیم الطبع ادیب' از قتیل شفائی اور 'اردو ادب کی گندھاری' از احمد عقیل روبی بھی شامل کتاب ہیں جو ان شخصیت کے خدوخال خوبصورت انداز میں اجاگر کرتے ہیں۔

ڈاکٹر سلیم اختر پر دو اشاریے ۲۱ بھی مرتب کیے گئے ہیں۔ محمد سعید نے **ڈاکٹر سلیم اختر (کوائف/کتابیات/اشاریہ)** کے عنوان سے پہلا اشاریہ مرتب کیا جسے مارچ ۲۰۰۲ء میں ٹی اینڈ ٹی پبلشرز نے لاہور سے شائع کیا۔ اپنی نوعیت کے اعتبار سے یہ اشاریہ کافی حد تک مکمل کہا جا سکتا ہے جس میں ڈاکٹر سلیم اختر کی زندگی، تصنیفات اور ان پر ہوئے کاموں کے بارے میں ۲۰۰۲ء تک کی معلومات مل جاتی ہیں۔ محمد سعید نے دقت نظری سے یہ معلومات اکٹھی کیں اور حسن ترتیب کے ساتھ پیش کر دی ہیں۔ جون ۲۰۱۴ء میں حمیرا رفیق کا مرتبہ اشاریہ **ڈاکٹر سلیم اختر** سامنے آیا۔ اگرچہ حمیرا کے سامنے محمد سعید کے اشاریے کی مثال موجود تھی مگر ان کے اشاریے میں اس کا پرتو نظر نہیں آتا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اس اشاریے میں ۲۰۱۴ء تک کی تمام معلومات اکٹھی کر دی جاتیں مگر اس میں تو محمد سعید والی معلومات بھی مکمل پیش نہیں کی جا سکیں۔ اکثر حوالے یا تو ادھورے ہیں یا پھر غلط درج کیے گئے ہیں۔ مثلاً ڈاکٹر سلیم اختر کے فن اور شخصیت پر لکھے جانے والے مقالات کی فہرست نا صرف ادھوری ہے اور اس میں محمد سعید کے درج کردہ کئی مقالات موجود نہیں بل کہ اندراج بھی غلط ہیں۔ نمبر شمار ۴ پر درج مقالہ جس کالج سے ہوا اس کا نام نامکمل دیا ہے۔ نمبر شمار ۸ پر مقالہ نگار کا نام نہیں دیا۔ ۲۲ اس طرح کی بے شمار کمیوں کی بنا پر اس اشاریے کو ناقص قرار دیا جا سکتا ہے۔

ڈاکٹر سلیم اختر کی خدمت میں ایک ارمغانِ علمی بھی پیش کیا جا چکا ہے جسے کا اعزاز ڈاکٹر طاہر تونسوی کو حاصل ہے۔ مارچ ۲۰۱۴ء میں شعبہ اردو، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد سے شائع ہونے والے اس خوب صورت **ارمغان ڈاکٹر سلیم اختر** میں تاریخِ ادب، شاعری، اقبالیات، تحقیق، تنقید، فکشن، افسانہ، اردو زبان و ادب کی تدریس، طنز و مزاح پر ڈاکٹر خلیق انجم، ڈاکٹر شارب ردولوی، پروفیسر عبدالحق، پروفیسر سحر انصاری، ڈاکٹر معین الدین جینا بڑے، ڈاکٹر ممتاز احمد خاں، ڈاکٹر اے بی اشرف، ڈاکٹر رشید امجد، ڈاکٹر شہاب الدین ثاقب، ڈاکٹر ابراھیم محمد ابرھیم، ڈاکٹر دُرِمش بلگر، ڈاکٹر انیس اشفاق، معید رشیدی، ڈاکٹر شمیم احمد، آغا گل، ڈاکٹر خالد ندیم، ڈاکٹر تبسم منہاس، ڈاکٹر محمد ہارون عثمانی، ڈاکٹر ثمینہ ندیم، ڈاکٹر محمد سعید، ڈاکٹر طاہر تونسوی اور انگریزی میں پروفیسر عامر حفیظ ملک کے

مضامین شامل ہیں۔ اس ارمُغان کی اہم بات 'عرضِ ہنر' کے عنوان سے مرتب ڈاکٹر طاہر تونسوی کا مقدمہ اور'داستانِ جمال آفریں' کے عنوان سے ڈاکٹر عبدالکریم خالد کا لکھا ہوا ڈاکٹر سلیم اختر کا خاکہ ہے۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی نے عرضِ ہنر میں ڈاکٹر سلیم اختر کی سوانح اور کوائف پر مختصر مگر جامع نظر ڈالتے ہوئے انتہائی اختصار سے اردو میں ارمُغان کی روایت بھی بیان کر دی ہے۔

ڈاکٹر سلیم اختر کے کچھ انٹرویوز ڈاکٹر طاہر تونسوی نے اپنی مرتبہ کتاب **ڈاکٹر سلیم اختر:شخصیت اور تخلیقی شخصیت** میں شامل کیے تھے۔۲۰۱۲ء میں عاصمہ اصغر نے ۵۵/اردو اور ۵/ انگریزی انٹرویوز کا مجموعہ **مکالماتِ سلیم: معروف افسانہ نگار ڈاکٹر سلیم اختر کے انٹرویوز کا مجموعہ** کے عنوان سے مرتب کیا جو لاہور سے اظہار سنز نے شائع کیا۔۲۰۱۴ء میں ڈاکٹر طاہر تونسوی نے ڈاکٹر سلیم اختر کے مزید ۱۴/اردو اور ۲/انگریزی انٹرویوز مرتب کر کے **شیوہ ٔ گفتار** کے عنوان سے چھپوائے۔

ڈاکٹر سلیم اختر ان خوش قسمت ادیبوں میں سے ہیں جن پر ان کی زندگی میں ہی بی ایس۴ سے لے کر پی ایچ ڈی کی سطح تک متعدد مقالات لکھے جا چکے ہیں۔ ان تمام مقالات کی حتمی تعداد بتانا قدرے مشکل ہے کیوں کہ پنجاب میں کالجوں کی سطح پر بی ایس۴ پروگرام کم و بیش ہر کالج میں جاری ہو چکا ہے۔ ہر سال متعدد مقالات لکھے جا رہے ہیں۔ علاوہ ازیں بہت سی نجی جامعات نے ایم فل اور پی ایچ ڈی اردو پروگرام شروع کروا رکھے ہیں جن میں سے ہر ایک کا ریکارڈ مہیا ہونا مشکل ہے۔دستیاب معلومات کی بنیاد پر ڈاکٹر سلیم اختر کی شخصیت اور فن پر لکھے جانے والے سندی مقالات کی مرتبہ فہرست درج ذیل ہے:

پی ایچ ڈی (اردو):

۱۔ جلیل اشرف، **اردو تنقید کے فروغ میں ڈاکٹر سلیم اختر کا حصہ**[مقالہ برائے پی ایچ ڈی اردو]، بہار: رانچی یونیورسٹی، ۱۹۹۱ء

ایم فل (اردو):

۲۔ شگفتہ پروین، **ڈاکٹر سلیم اختر کے افسانوں میں اساطیر**[مقالہ برائے ایم فل اردو]، سرگودھا: یونیورسٹی آف سرگودھا، ۲۰۱۰ء

۳۔ ناہید ناز، **ڈاکٹر سلیم اختر کا افسانوی ادب**[مقالہ برائے ایم فل اردو]، اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ۲۰۱۲ء

۴۔ طاہرہ مقبول، **ڈاکٹر سلیم اختر کے افسانوں کے نسوانی کردار**[مقالہ برائے ایم فل اردو]، فیصل آباد: جی سی یونیورسٹی، ۲۰۱۳ء

ایم اے(اردو):

۵۔ سعیدہ بانو، اردو کے دو نفسیاتی نقاد (ڈاکٹر وحید قریشی ،ڈاکٹر سلیم اختر) [مقالہ برائے ایم اے اردو]، ملتان: بہاالدین زکریا یونیورسٹی، ۱۹۸۷ء

۶۔ یاسمین اشرف، اردو افسانے میںڈاکٹر سلیم اختر کا مقام[مقالہ برائے ایم اے اردو]، ملتان: بہاالدین زکریا یونیورسٹی، ۱۹۹۱ء

۷۔ اسماء یعقوب، ڈاکٹر سلیم اختر کی افسانہ نگاری کا تجزیہ [مقالہ برائے ایم اے اردو]، بہاول پور: اسلامیہ یونیورسٹی، ۱۹۹۵ء

۸۔ محمد سعید، ڈاکٹر سلیم اختراور مطالعہ غالبؔ و اقبالؔ [مقالہ برائے ایم اے اردو]، لاہور: گورنمنٹ کالج، ۱۹۹۹ء

۹۔ حمیرا ماجد، ڈاکٹر سلیم اختر: افسانہ نگار اور افسانوی ادب کے نقاد [مقالہ برائے ایم اے اردو]، لاہور: گورنمنٹ کالج، ۱۹۹۹ء

۱۰۔ فضیلت جمیل، اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ-پہلے اور بیسویں ایڈیشن کا تقابلی مطالعہ [مقالہ برائے ایم اے اردو]، لاہور: لاہور کالج برائے خواتین،۲۰۰۲ء

۱۱۔ نبیہہ محبوب، سلیم اختر کے افسانوں میں عورت کا کردار [مقالہ برائے ایم اے اردو]، لاہور: گورنمنٹ اسلامیہ کالج برائے خواتین،۲۰۰۴ء

۱۲۔ طیبہ نگہت، ڈاکٹر سلیم اختر بحیثیت افسانہ نگار [مقالہ برائے ایم اے اردو]، فیصل آباد: جی سی یونیورسٹی،۲۰۰۵ء

۱۳۔ شازیہ طفیل،ڈاکٹر سلیم اختر کی آپ بیتی 'نشانِ جگر سوختہ' کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ [مقالہ برائے ایم اے اردو]، لاہور:یونیورسٹی آف ایجوکیشن، ۲۰۰۷ء

۱۴۔ نائیلہ نواز، ڈاکٹر سلیم اختر بطور افسانہ نگار [مقالہ برائے ایم اے اردو]، سرگودھا: یونیورسٹی آف سرگودھا، ۲۰۰۸ء

۱۵۔ نورالعین، حافظہ، ڈاکٹر سلیم اختر کے احوال و آثار[مقالہ برائے ایم اے اردو]، لاہور: یونیورسٹی آف ایجوکیشن، ۲۰۰۹ء

۱۶۔ آسیہ نورین، ڈاکٹر انور سدید اور ڈاکٹر سلیم اختر کی مختصر ادبی تواریخ کا تقابلی جائزہ [مقالہ برائے ایم اے اردو]، فیصل آباد: جی سی یونیورسٹی، ۲۰۰۹ء

ایم ایڈ:

۱۷۔ ثروت جبیں، ڈاکٹر سلیم اختر کی تعلیمی خدمات[مقالہ برائے ایم ایڈ]، ملتان: گورنمنٹ

کالج آف ایجوکیشن، ۲۰۰۴ء

بی اے (آنرز) / بی ایس ۴:

۱۸۔ تہذیب عباس، **ڈاکٹر سلیم اختر کے افسانوں کا نفسیاتی تجزیہ** [مقالہ برائے بی اے آنرز]، لاہور: گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، ۲۰۱۳ء

۱۹۔ سمیرا یاسمین، **کلامِ نرم و نازک کا فنّی و فکری جائزہ** [مقالہ برائے بی ایس ۴]، فیصل آباد: جی سی یونیورسٹی، ۲۰۱۴ء

ان مقالات کے علاوہ مصر کی جامعہ ازہر کی طالبہ نیفین عمرو حسانین نے اپنے ایم اے کے مقالے کے لیے ڈاکٹر سلیم اختر کی ادبی تاریخ نگاری کا موضوع چنا۔ اسی ضمن میں انھوں نے ڈاکٹر سلیم اختر کے ناولٹ **ضبط کی دیوار** کا عربی میں ترجمہ بھی کیا۔ جی سی یونیورسٹی لاہور میں ڈاکٹر سلیم اختر کے نام مشاہیر ادب کے خطوط کی تدوین کے موضوع پر ایم فل کا مقالہ لکھا جا چکا ہے۔

درج بالا مقالات کے عنوانات پر نظر ڈالی جائے تو یہ دلچسپ حقائق سامنے آتے ہیں کہ ڈاکٹر سلیم اختر کے افسانوی ادب کو سب سے زیادہ مرتبہ موضوعِ تحقیق و تنقید بنایا گیا ہے۔ جس کی ایک وجہ شاید یہ سمجھی جاتی ہے کہ افسانے کی تنقید نسبتاً آسان کام ہے۔ حالاں کہ یہ اتنا آسان کام ہرگز نہیں جتنا دکھائی دیتا ہے۔ بالخصوص سلیم اختر کے افسانوں کی تفہیم نفسیات کے بنیادی تصورات کو جن میں نرگسیت، جنسیت، اذیت پسندی، پراسراریت، ہسٹیریا وغیرہ شامل ہیں، سمجھے بغیر ممکن نہیں۔

اگرچہ ہندوستان سے ڈاکٹر جلیل اشرف نے ڈاکٹر سلیم اختر کی تنقید نگاری پر مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے مگر یہ مقالہ آج سے پچیس برس قبل ۱۹۹۱ء میں لکھا گیا تھا، تب سے اب تک پلوں کے نیچے سے بہت سا پانی بہہ چکا ہے۔ ڈاکٹر سلیم اختر نے ۹۱-۱۹۹۰ء کے بعد بھی بہت کچھ لکھا۔ بہت سی تنقیدی / علمی کتب ۱۹۹۱ء میں یا اس کے بعد شائع ہوئی ہیں اور ہنوز منت کشِ نقد و تحقیق ہیں۔ ان میں سے چند کے نام درج ذیل ہیں:

داستان اور ناول (۱۹۹۱ء)، **افسانہ اور افسانہ نگاری**(۱۹۹۱ء)، **اقبال کی فکری میراث** (۱۹۹۲ء)، **اردو زبان کی مختصر ترین تاریخ**(۱۹۹۵ء)، **ہاتھ ہمارے قلم ہوئے** (۱۹۹۵ء)، **مغرب میں نفسیاتی تنقید** (۱۹۹۸ء)، **غالب شناسی اور نیاز و نگار**(۱۹۹۸ء)، **اردو زبان کیا ہے؟**(۱۹۹۹ء)، **بنیاد پرستی** (۱۹۹۶ء)، **خود شناسی** (۲۰۰۱ء)، **تنوع** (۲۰۰۲ء)، **اقبال، شخصیت، افکار و تصورات** (۲۰۰۳ء)، **ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ایک جہت نما، صاحب قلم** (۲۰۰۴ء)، **شرح ارمغانِ حجاز[اردو]** (۲۰۰۴ء)، **سید عابد علی عابد، فن اور شخصیت**

(۲۰۰۷ء)، **پاکستانی شاعرات: تخلیقی خدوخال** (۲۰۰۸ء)، **میر امن سے میرا جی تک [مقدمات]**(۲۰۱۱ء)، **تنقیدی اصطلاحات: توضیحی لغت**(۲۰۱۱ء)، **نظر اور نظریہ** (۲۰۰۹ء)۔
یہ فہرست ظاہر کرتی ہے کہ ڈاکٹر سلیم اختر کی تنقیدی جہت پر از سرِ نو پی ایچ ڈی کی سطح کے کام کی گنجائش موجود ہے۔ اسی طرح ان کی خودنوشت سوانح عمری **نشان جگر سوختہ** اور طنز و مزاح کی کتاب **کلامِ نرم و نازک** پر ایم اے اور بی ایس کی سطح پر مقالات لکھے جا چکے ہیں جو تعارفی نوعیت کے کام ہیں اور موضوعات سے قطعاً انصاف نہیں کرتے۔ ڈاکٹر سلیم اختر کی جن دیگر ادبی جہات پر کام ہو سکتے ہیں ان میں خاکہ نگاری، ادبی جائزہ نگاری، سفر نامہ نگاری، سوانح نگاری، ترجمہ نگاری اور عمومی نفسیات کے موضوعات شامل ہیں۔

جیسا کہ شروع میں ذکر ہو چکا ہے کہ ڈاکٹر سلیم اختر پر پہلی مرتبہ نسیم دُرّانی کی زیرِ ادارت چھپنے والے رسالے **سیپ** نے شمارہ ۳۲۔اگست ستمبر ۱۹۷۵ء میں 'آج کا افسانہ نگار' کے عنوان سے گوشۂ سلیم اختر ترتیب دیا جو ڈاکٹر سلیم اختر کے چار افسانوں کے ساتھ مسعود اشعر کے مضمون 'بکری، دودھ اور مینگنیاں' اور غلام حسین اظہر کے مضمون 'سلیم اختر کے افسانے' سے بھی مزین تھا۔ مسعود اشعر کے مضمون کو ڈاکٹر سلیم اختر پر لکھے گئے شخصی مضامین میں اوّلیت حاصل ہے۔ سیپ کے اس خصوصی گوشے والے شمارے سے تا حال ڈاکٹر سلیم اختر پر متعدد رسائل نے خصوصی گوشے اور نمبر ترتیب دیے ہیں۔ دستیاب معلومات کی روشنی میں ڈاکٹر سلیم اختر پر خصوصی گوشے اور نمبرز چھاپنے والے رسائل کی فہرست درج ذیل ہے:

۱۔ آج کا افسانہ نگار (گوشہ سلیم اختر) مشمولہ **سیپ**، کراچی: شمارہ ۳۲، اگست۔ستمبر ۱۹۷۵ء
۲۔ مطالعہ خصوصی (گوشہ سلیم اختر) مشمولہ ماہنامہ **ماہِ نو**، لاہور: جلد ۳۷، شمارہ ۱، جنوری ۱۹۸۴ء
۳۔ ماہنامہ **الفاظ**، کراچی: ڈاکٹر سلیم اختر نمبر، مارچ ۱۹۸۴ء
۴۔ شخص و عکس (گوشہ سلیم اختر) مشمولہ ماہنامہ **افکار**، کراچی: شمارہ ۱۸۳، جون ۱۹۸۵ء
۵۔ فن اور شخصیت (خصوصی مطالعہ ڈاکٹر سلیم اختر) مشمولہ **فنون**، لاہور: شمارہ ۲۶۷، دسمبر ۱۹۸۷ء
۶۔ ڈاکٹر سلیم اختر کے اعزاز میں خصوصی نشست (مذاکرہ) مشمولہ ماہنامہ **بیسویں صدی**، نئی دہلی: شمارہ ۴، اپریل ۱۹۸۹ء
۷۔ خصوصی مطالعہ (گوشہ ڈاکٹر سلیم اختر) مشمولہ ماہنامہ **تخلیق**، لاہور: جلد ۲۶، شمارہ ۸، اگست ۱۹۹۵ء
۸۔ گوشہ ڈاکٹر سلیم اختر مشمولہ **مسلک**، ملتان: گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن، ۱۹۹۸ء
۹۔ خصوصی مطالعہ (گوشہ ڈاکٹر سلیم اختر) مشمولہ **تسطیر**، لاہور: شمارہ ۷۔۸، اکتوبر ۱۹۹۸ء تا مارچ ۱۹۹۹ء
۱۰۔ گوشہ سلیم اختر مشمولہ **راوی**، لاہور: گورنمنٹ کالج، جلد ۸۶، شمارہ ۱، اگست ۱۹۹۹ء
۱۱۔ گوشہ ڈاکٹر سلیم اختر مشمولہ ماہنامہ **چہار سو**، راولپنڈی: مارچ۔اپریل ۲۰۰۰ء
۱۲۔ خصوصی مطالعہ ڈاکٹر سلیم اختر مشمولہ ماہنامہ **شام و سحر**، لاہور: جلد ۲۵، شمارہ ۵، مئی ۲۰۰۱ء

۱۳۔ ڈاکٹر سلیم اختر ایک مطالعہ مشمولہ ماہنامہ **سپوتنک**، لاہور: جلد۱۲، شمارہ۷، جولائی ۲۰۰۱ء

۱۴۔ گوشہ ڈاکٹر سلیم اختر مشمولہ ماہنامہ **بیاض**، لاہور: جلد ۱۱، شمارہ ۱۲، دسمبر ۲۰۰۳ء

۱۵۔ ماہنامہ **شام و سحر** لاہور: خصوصی شمارہ ڈاکٹر سلیم اختر، جلد ۲۸، شمارہ ۱۰، اکتوبر ۲۰۰۴ء

۱۶۔ آپ بیتی نشانِ جگر سوختہ کے حوالے سے خصوصی گوشہ مشمولہ ماہنامہ **شام و سحر** لاہور: جلد۳۱، شمارہ۳، مارچ ۲۰۰۷ء

۱۷۔ گوشہ ڈاکٹر سلیم اختر مشمولہ ماہنامہ **وجدان**، لاہور: مارچ ۲۰۰۹ء

۱۸۔ گوشہ ڈاکٹر سلیم اختر مشمولہ **دنیائے ادب**، کراچی: جون ۲۰۱۲ء

۱۹۔ گوشہ ڈاکٹر سلیم اختر مشمولہ **سیپ**، کراچی: شمارہ ۸۱، اگست۔ستمبر ۲۰۱۲ء [۲۳]

درج بالا فہرست سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ڈاکٹر سلیم اختر پر خصوصی گوشہ چھاپنے کی جس روایت کا آغاز ۱۹۷۵ء میں رسالہ **سیپ** نے کیا تھا، اگست ستمبر ۲۰۱۲ء میں اس روایت کا ابھی تک کا نقشِ آخر بھی یہی رسالہ ثابت ہوا ہے ۔ماہنامہ **الفاظ** کراچی نے مارچ ۱۹۸۴ء میں ، ماہنامہ **سپوتنک** لاہور نے جولائی ۲۰۰۱ء میں اور ماہنامہ **شام و سحر** لاہور نے مئی ۲۰۰۱ء اور اکتوبر ۲۰۰۴ء میں ڈاکٹر سلیم اختر پر مکمل نمبر نکالے۔ کسی ادبی شخصیت پر اتنے خصوصی گوشوں اور نمبروں کا شائع ہونا غیر معمولی ہے۔

ڈاکٹر سلیم اختر پر لکھے گئے شخصی اور تنقیدی مضامین اور کتب پر ہوئے تبصروں کا مکمل شمار شاید ممکن نا ہو۔ محمد سعید نے اپنے مرتبہ اشاریے میں البتہ ۲۰۰۱-۰۲ء تک چھپنے والے ان مضامین کی ایک فہرست مرتب کرنے کی کچھ حد تک کامیاب کوشش کی ہے۔ رسائل میں ترتیب پانے والے خصوصی گوشوں اور خصوصی نمبروں میں ڈاکٹر سلیم اختر پر شائع ہونے والے مضامین کے علاوہ بھی ان پر ان گنت انفرادی مضامین لکھے جا چکے ہیں۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی نے اپنی مرتّبہ کتاب **ڈاکٹر سلیم اختر: شخصیت و تخلیقی شخصیت** میں ان مضامین کا عمدہ انتخاب پیش کیا ہے۔

ڈاکٹر سلیم اختر پر اولین مضامین اور اولین تبصرہ کتب کا ذکر سطور ماقبل میں ہو چکا ہے۔ دستیاب معلومات کی بنیاد پر مسعود اشعر کا مضمون 'بکری، دودھ اور مینگنیاں' پہلا شخصی مضمون ہے جو اگست۔ستمبر ۱۹۷۵ء کے سیپ کراچی کی زینت بنا۔ بعد میں ڈاکٹر طاہر تونسوی نے اسے اپنے انتخاب میں بھی شامل کیا۔ اس مضمون میں ڈاکٹر سلیم اختر کے شخصی نقوش خوب صورت اسلوب میں اجاگر کیے گئے ہیں۔ذرا ملاحظہ فرمایے:

> ''سلیم اختر جس تیزی سے لکھتے اور پڑھتے ہیں اسی تیز رفتاری سے سڑک پر چلتے ہیں۔اپنی لمبی لمبی ٹانگوں کو ایک خاص انداز میں جھٹکا دے کر جب چلتے ہیں تو مجھ جیسے چھ فٹے کے لیے بھی ان کا ساتھ دینا مشکل ہو جاتا ہے۔ وہ چلتے نہیں دوڑ لگاتے ہیں۔خواہ چہل قدمی کو ہی کیوں نہ نکلے ہوں، چلیں گے ایسے جیسے نہایت ضروری کام سے کہیں جا رہے ہوں۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے

جیسے وہ ساری دنیا کا کام جلد سے جلد مکمل کرنے کی دھن میں لگے رہتے ہیں۔'' ۲۴؎

اسی طرح انتظار حسین نے روزنامہ **مشرق** لاہور میں **ڈاکٹر سلیم اختر کی شخصیت اور فن** پر متعدد کالم لکھے جن میں ڈاکٹر سلیم اختر ایک خالص نفسیاتی نقاد(۲۴ جولائی ۱۹۷۹ء)، اقبال ممدوح عالم(۲/اگست ۱۹۷۹ء)، اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ(۱۶ دسمبر ۱۹۸۰ء)، اردو ادب کی تاریخ کا مسئلہ(۳۱ مارچ ۱۹۸۱ء)، موٹی کھال کا نقاد۔ سلیم اختر(۲۱ مارچ ۱۹۸۴ء)، ڈاکٹر سلیم اختر۔بگولوں کا ہم سفر(۱۲ نومبر ۱۹۸۵ء) شامل ہیں۔ میرزا ادیب کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ ڈاکٹر سلیم اختر پر پہلا تنقیدی مضمون 'سلیم اختر'(**تخلیق** شمارہ ۱۲۔۱۳، ۱۹۷۲ء)انھوں نے ہی لکھا۔ علاوہ ازیں انھوں نے ڈاکٹر سلیم اختر کی متعدد کتب پر تبصرے بھی لکھے جن میں 'نگاہ اور نقطے' (سہ ماہی **اردو** کراچی: شمارہ ۲، ۱۹۶۹ء)،'اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ'(**ادب لطیف** لاہور: ۱۹۷۲ء)،'تنقیدی دبستان' (ماہنامہ **کتاب** لاہور: نومبر ۱۹۷۴ء)،'ادب اور لاشعور'(ماہنامہ **کتاب** لاہور: ستمبر ۱۹۷۶ء)،'اقبالیات کے نقوش' (روزنامہ **نوائے وقت** لاہور: ۱۸/اپریل ۱۹۸۰ء)،'اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ مختصر بھی ہے' (روزنامہ **نوائے وقت** لاہور: ۵ مئی ۱۹۸۱ء)،'شعور اور لاشعور کا شاعر۔ غالب' (**نقوش** لاہور: سال نامہ جون ۱۹۸۵ء) گنوائے جا سکتے ہیں۔

ڈاکٹر سلیم اختر پر شخصی اور تنقیدی مضامین لکھنے والوں اور ان کی اپنی کتب اور ان پر لکھی گئی کتب کے تبصرہ نگاروں کی ایک لمبی فہرست ہے۔ ان میں سے چند اہم نام درج ذیل ہیں:

مسعود اشعر، غلام حسین اظہر، قائم نقوی، ڈاکٹر آغا سہیل، منصور قیصر، ڈاکٹر طاہر تونسوی، انتظار حسین، میرزا ادیب، جمیل اختر، لطیف الزماں خاں، مشکور حسین یاد، رحیم گل، جگن ناتھ آزاد، اے بی اشرف، احمد ندیم قاسمی، اصغر ندیم سیّد، ڈاکٹر انوار احمد، مستنصر حسین تارڑ، ڈاکٹر انعام الحق جاوید، صہبا لکھنوی، سجاد باقر رضوی، ڈاکٹر محمد علی صدیقی، عطاء الحق قاسمی، صلاح الدین حیدر، محمد اجمل نیازی، ڈاکٹر شمیم حیدر ترمذی، ڈاکٹر سہیل احمد، پروفیسر شوذب کاظمی، ڈاکٹر شاہین مفتی، پروفیسر جیلانی کامران، خالد احمد، امجد اسلام امجد، ڈاکٹر معراج نیر زیدی، عارف ثاقب، ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ظہیر غازی پوری، غلام صابر، شبنم شکیل، ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش، ڈاکٹر عبدالکریم خالد، ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی، ڈاکٹر مظفر عباس، تاج سعید، ڈاکٹر محمد سعید، حمیرا ماجد، سعیدہ بانو، اسماء یعقوب، یاسمین اشرف، محمد افسر ساجد، ڈاکٹر سیّد معین الرحمٰن، رب نواز ملک، سلمان بٹ، منصور آفاق، منظر علی خان، وحید الرحمٰن خان، ڈاکٹر احسن فاروقی، اظہر جاوید، سیّد جابر علی جابر، ستار طاہر، سحر انصاری، شمیم احمد، شمیم حنفی، قدرت نقوی، مظفر حنفی، ڈاکٹر شمس الرحمٰن فاروقی، اختر انصاری اکبر آبادی، اسرار زیدی، ڈاکٹر انور سدید، مشفق خواجہ، ڈاکٹر سیّد عبداللہ، غلام الثقلین نقوی، ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، ڈاکٹر وزیر آغا، شہزاد منظر، ڈاکٹر محمد معروف، اسلم کاشمیری، ڈاکٹر رشید امجد، ظفر اقبال، ذوالفقار احمد تابش، تابش دہلوی، کشور ناہید، قاضی جاوید، ڈاکٹر محمد امین، نظیر صدیقی، ڈاکٹر محمد احسان الحق، ظفر علی راجا، احمد ہمدانی، پروفیسر محمد عثمان، جاوید عزیز، ڈاکٹر سعادت سعید، مرزا حامد بیگ، اشفاق نقوی، نکہت بریلوی، زمان کنجاہی، عرفان احمد خان، احمد ہمیش، حسن اکبر کمال، ڈاکٹر فہیم احمد اعظمی، ڈاکٹر نجیب جمال، عبدالسلام، یوسف

کامران، ڈاکٹر اسلم فرخی، خواجہ رضی الدین حیدر، ڈاکٹر محمد ہارون عثمانی، ڈاکٹر اختر شمار، اشرف جاوید، جمیل احمد عدیل، ڈاکٹر ممتاز احمد خان اور ڈاکٹر عنبرین منیر۔

درج بالا فہرست کو کسی طرح بھی مکمل نہیں کہا جا سکتا۔ یہ صرف چند نام ہیں، بہت سے نام رہ گئے ہیں۔ لیکن جب تک ڈاکٹر سلیم اختر کی تحریریں زندہ ہیں ان پر لکھا جاتا رہے گا۔ جس طرح سلیم اختر کا قلم رواں ہے اسی طرح ان کی شخصیت اور فن کو پرکھنے والوں کا قلم بھی چل رہا ہے۔ ڈاکٹر سلیم اختر کے فن کی مختلف جہات پر کتب اور جامعات میں سندی مقالات لکھے جا چکے ہیں مزید بھی بہت کچھ لکھا جا رہا ہے اور چھپ رہا ہے۔ لیکن یہ مناسب وقت ہے کہ ان پر لکھے گئے کا احاطہ کرنے کی کوشش کی جائے اور یہ معلوم کرنے کی سعی کی جائے کہ ان پر کیا لکھا جا چکا ہے اور اس کی کیا قدر و قیمت ہے؟

حوالے اور حواشی:

(۱) محمد سعید (مرتب)، **ڈاکٹر سلیم اختر (کوائف/کتابیات/اشاریہ)**، لاہور: ٹی اینڈ ٹی پبلشرز، ۲۰۰۲ء، ص ۱۱

(۲) **اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ** کے تاحال ۳۳ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

(۳) **تنقیدی دبستان** کا سرائیکی میں ترجمہ شوکت مغل نے کیا جو سرائیکی ادبی بورڈ سے ۱۹۹۷ء میں شائع ہوا تھا۔

(۴) **ضبط کی دیوار** ہندی اور عربی میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ ہندی ترجمہ معروف افسانہ نگار رام لعل خود یا اپنی بیٹی سے کروانا چاہتے تھے مگر بوجوہ نا کر سکے۔ بعد میں کسی سامنت صاحب نے اسے ہندی روپ دیا۔ عربی ترجمہ ۲۰۱۰ء میں قاہرہ (مصر) سے **جداد الصبر** کے عنوان سے چھپا۔ مترجم خاتون کا نام نیفن عمروحسانین ہے۔ اس کا مقدمہ معروف مصری ادیب جلال السعید الحفناوی نے 'مقدمہ الراجع' کے عنوان سے لکھا ہے۔

(۵) اس سے قبل ڈاکٹر سلیم اختر کی کتابوں پر انفرادی تبصرے چھپ چکے تھے مگر باقاعدہ تنقیدی مضمون اسے ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔

(۶) طاہر تونسوی، ''پاکستانی ادب کے معمار'' کا ایک اہم ستون۔ ڈاکٹر سلیم اختر (ڈاکٹر سلیم اختر۔ شخصیت و فن از شاہین مفتی کا خصوصی مطالعہ) مشمولہ ماہنامہ **قومی زبان**، کراچی: جلد ۸۸، شمارہ ۷، جولائی ۲۰۱۶ء، ص ۸

(۷) محمد سعید (مرتب)، **ڈاکٹر سلیم اختر (کوائف/کتابیات/اشاریہ)** محولہ بالا ص ۳۸

(۸) طاہر تونسوی، **ہم سفر بگولوں کا (ڈاکٹر سلیم اختر کی شخصیت اور فن کا مطالعہ)**،

لاہور: الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب، ۲۰۱۳ء، ص ۱۷۔

(۹) ناصر زیدی، ہم سفر بگولوں کا۔ڈاکٹر سلیم اختر کی شخصیت اور فن کا مطالعہ مشمولہ **ڈاکٹر سلیم اختر:شخصیت و تخلیقی شخصیت** ، مرتبہ ڈاکٹر طاہر تونسوی، لاہور: گورا پبلشرز، ۱۹۹۵ء ص ۴۸۱

(۱۰) طاہر تونسوی، **ہم سفر بگولوں کا**، محولہ بالا ص ۳۶

(۱۱) ایضاً ص ۲۰۹

(۱۲) ڈاکٹر جلیل اشرف کی پی ایچ ڈی کے سالِ تکمیل پر مختلف بیانات ہیں۔ محمد سعید نے اپنے اشاریے میں ۱۹۹۴ء کا سنہ بتایا ہے (محولہ بالا ص ۲۹)۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی نے **ہم سفر بگولوں کا** میں بھی یہی سال لکھا ہے (محولہ بالا ص ۳۴۹)۔ڈاکٹر سلیم اختر کے مطابق اس مقالے پر ۱۹۹۲ء میں پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض کی گئی اور انھوں نے اس کا نوٹیفیکیشن نمبر بھی دیا ہے جس پر ۲۹ جنوری ۱۹۹۲ء کی تاریخ رقم ہے (بحوالہ اختتامیہ: منظور ہے گذارشِ احوالِ واقعی مشمولہ **ڈاکٹر سلیم اختر بحیثیت نقاد**، ڈاکٹر جلیل اشرف، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۹ء، ص ۲۳۱) جب کہ خود ڈاکٹر جلیل اشرف نے اسی کتاب میں ۱۹۹۱ء کا سال لکھا ہے۔ گمان ہے کہ ان کا زبانی امتحان دسمبر ۱۹۹۱ء کے اواخر میں ہوا اور نوٹیفیکیشن جنوری ۱۹۹۲ء میں ہوا۔اس لیے خود مقالہ نگار کے بیان کو درست خیال کرتے ہوئے ۱۹۹۱ء کا سال لکھا گیا ہے۔

(۱۴) کتاب میں شامل پروفیسر جگن ناتھ آزاد کے پیش لفظ کے آخر میں ۱۶ فروری ۱۹۹۳ء کی تاریخ رقم ہے، گویا اس کی اشاعت کا منصوبہ ۱۹۹۳ء میں بنایا گیا مگر طباعت کا مرحلہ ۱۹۹۸ء میں مکمل ہوا۔

(۱۵) جلیل اشرف، **ڈاکٹر سلیم اختر بحیثیت نقاد** محولہ بالا ص ۲۲۹

(۱۶) طاہر تونسوی، **جہت ساز۔ قلم کار: ڈاکٹر سلیم اختر**، لاہور: الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب، ۲۰۰۳ء، ص ۱۶۱

(۱۷) شاہین مفتی، **ڈاکٹر سلیم اختر: شخصیت اور فن**، اسلام باد: اکادمی ادبیات پاکستان، ۲۰۱۵ء، ص ۱۴

(۱۸) ایضاً ص ۳۷

(۱۹) سیّد معین الرحمٰن، حرفے چند مشمولہ **ڈاکٹر سلیم اختر: شخصیت و تخلیقی شخصیت** مرتّبہ ڈاکٹر طاہر تونسوی، لاہور: گورا پبلشرز، ۱۹۹۵ء، ص ۱۷

(۲۰) محمد سعید، ڈاکٹر سلیم اختر کا ذوق سلیم مشمولہ **قائد اعظم لائبریری کا ادبی مجلہ مخزن**، لاہور: جلد:۱، شمارہ:۱، جنوری ۲۰۰۱ء ص ۹۳

(۲۱) اشاریہ کسی بھی قابل مطالعہ مواد یا مجموعہ دستاویزات اور اس کے مندرجات کی سرخیوں کے ساتھ کسی خاص ترتیب سے دی گئی فہرست کو کہتے ہیں۔ اس ضمن میں ناموں ، اماکن اور موضوعات کے اشاریے عموماً ضمیمے

کے بطور کتاب کے آخر میں دیے جاتے ہیں اور یہ کتاب میں موجود مختلف ناموں، مقامات اور موضوعات کی نشان دہی کرتے ہیں کہ کتاب میں کہاں کہاں موجود ہیں۔ شخصی اشاریہ ان سے قدرے مختلف ہوتا ہے۔ یہ اپنی بناوٹ اور استعمال کے اعتبار سے کچھ حد تک شخصی کتابیات سے ملتا جلتا ہے۔ فرق ان دونوں میں یہ ہے کہ شخصی کتابیات کسی خاص شخص کی اپنی تمام کتب اور اس پر لکھی گئی تمام کتب کی منظّم فہرست ہوتی ہے جب کہ شخصی اشاریے میں کتابیات کے علاوہ اس شخص کی تحریر کردہ تمام تحریروں، اس پر لکھی گئی تمام تحریریوں، مضامین، تذکروں اور کوائف کی تفاصیل بھی منظّم انداز میں دی جاتی ہیں۔ ڈاکٹر سلیم اختر پر مرتب کیے جانے والے اشاریے شخصی اشاریوں کے ذیل میں آتے ہیں۔

(۲۲) حمیرا رفیق، **اشاریہ ڈاکٹر سلیم اختر**، فیصل آباد: شمع بکس، ۲۰۱۴ء، ص ۱۷-۱۶

(۲۳) محمد سعید نے اپنے مرتبہ اشاریے میں نقوش لاہور اور عصری ادب دہلی میں ڈاکٹر سلیم اختر پر شائع ہونے والے خصوصی گوشوں کا ذکر بھی کیا ہے مگر ان دونوں رسائل کے مکمل حوالے دستیاب نہیں ہیں۔ محولہ بالا ص ۳۳

(۲۴) مسعود اشعر، بکری، دودھ اور مینگنیاں مشمولہ **ڈاکٹر سلیم اختر: شخصیت و تخلیقی شخصیت**، مرتبہ ڈاکٹر طاہر تونسوی، لاہور: گورا پبلشرز، ۱۹۹۵ء، ص ۳۱-۳۲